بے عملی ضعف اخلاق یا غفلت کی بنا پر۔ جس شخص کی بے عملی درحقیقت ایمان کے فقدان پر مبنی ہو گی وہ بہر حال خدا کے ہاں تو کافر ہی اٹھے گا، خواہ دنیا کے مفتیوں نے اس کی تکفیر نہ کی ہو۔

یہ ہے اس معاملے کی اصل حقیقت۔ جن لوگوں نے اس حقیقت کو نہیں سمجھا ہے وہ عجیب قسم کی افراط و تفریط میں مبتلا ہیں۔ ان میں سے بعض تو بے عمل مسلمانوں کو کھلم کھلا کافر کہہ دیتے ہیں، حالانکہ بے عملی کے دوسرے اسباب بھی ہونے کا قوی احتمال ہے۔ اور بعض حضرات تمام بے عمل مسلمانوں کو ایمان ہی کا نہیں بلکہ جنت کا مژدہ بھی دے رہے ہیں اور ذرا نہیں ڈرتے کہ اس طرح خدا کی نافرمانی پر لوگوں کی ہمت افزائی کرنا بجائے خود ایک سخت جرم ہے جس کی جواب دہی انہیں خدا کے ہاں کرنی ہوگی۔

حدیث کے بعض احکام کو خلافِ قرآن سمجھنے کی غلطی

سوال۔ قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ہم نماز کی تیاری کریں تو ہمیں وضو کرنا چاہیے اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر نماز کے لیے از سر نو وضو کرنا ضروری ہے، نماز پڑھ لینے کے بعد وضو کی میعاد ختم ہو جاتی ہے اور دوسری نماز کے لیے بہر حال الگ وضو کرنا لازمی ہے۔ پھر یہ سمجھ میں نہیں آسکا کہ لوگ ایک وضو سے کئی کئی نمازیں کیوں پڑھتے ہیں۔ اسی طرح قرآن میں وضو کے جو ارکان بیان ہوئے ہیں ان میں کلی کرنے اور ناک میں پانی لینے کا ذکر نہیں ہے اور نہ کہیں ایسے افعال و عوارض کی فہرست دی گئی ہے جن سے وضو ٹوٹتا ہے۔ اس صورت میں کلی وغیرہ کرنا اور بعض امور کو نواقضِ وضو قرار دینا کیا قرآنی تعلیمات کے خلاف نہیں ہے؟

صلوٰۃ قصر کے بارے میں بھی قرآن وضاحت کرتا ہے کہ صرف پُرخطر سفر جہاد میں ہی نماز میں قصر کیا جا سکتا ہے۔ کیا عام پُرامن سفر میں قصر خلافِ قرآن نہیں ہے؟

جواب:۔ بلاشبہ وضو کے بارے میں قرآن مجید میں یہی حکم ہے کہ جب نماز کے لیے اُٹھو تو وضو کرو۔ مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتایا ہے کہ اس حکم کا منشا کیا ہے۔ اسی طرح قرآن میں صرف منہ دھونے

کا حکم ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں منہ دھونے کا صحیح طریقہ اور معنی بتلائے کہ اس میں کلی کرنا اور ناک میں پانی دینا بھی شامل ہے۔ قرآن میں صرف سر کے مسح کا حکم ہے مگر حضور نے ہمیں بتایا کہ سر کے مسح میں کان کا مسح بھی شامل ہے۔ آپ نے ہمیں یہ بھی بتایا کہ وضو شروع کرتے وقت پہلے اُن ہاتھوں کو پاک کر لو جن سے تمہیں وضو کرنا ہے۔ یہ باتیں قرآن میں نہیں بتائی گئی تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم قرآنی کی تشریح کر کے ہمیں یہ باتیں بتائی ہیں۔ قرآن کے ساتھ نبیؐ کے آنے کا مقصد یہی تھا کہ وہ کتاب کے منشاء کو کھول کر ہمیں بتائے اور اُس پر عمل کر کے بتائے۔ آیت وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ میں اسی حقیقت کو بیان کیا گیا ہے۔ یعنی اے نبی! ہم نے یہ ذکر لوگوں کے پاس براہِ راست بھیج دینے کے بجائے تمہاری طرف اس لیے نازل کیا ہے کہ تم لوگوں کے سامنے وضاحت کے ساتھ اُس ہدایت کی تشریح کرو جو اُن کی طرف بھیجی گئی ہے۔

اس بات کو اگر آپ اچھی طرح سمجھ لیں تو آپ کو اپنے اِس سوال کا جواب سمجھنے میں بھی کوئی زحمت پیش نہ آئے گی کہ ایک ہی وضو سے ایک سے زائد نمازیں پڑھنا کیوں جائز ہے۔ دراصل نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتایا کہ ایک وضو کی مدتِ قیام کس قدر ہے اور کن چیزوں سے یہ مدت ختم ہوتی ہے۔ اگر حضور یہ نہ بتاتے تو ایک شخص یہ غلطی کر سکتا تھا کہ تازہ وضو کے بعد پیشاب کر لیتا یا کسی دوسرے ناقضِ وضو فعل کا صدور اُس سے ہو جاتا اور وہ پھر بھی نماز کے لیے کھڑا ہو جاتا۔ یا مثلاً دورانِ نماز میں ریح خارج ہو جانے کے باوجود نماز پڑھ ڈالتا۔ قرآن میں صرف یہ بتایا گیا ہے کہ نماز کے لیے باوضو ہونا ضروری ہے، یہ نہیں بتایا گیا کہ وضو کب تک باقی رہتا ہے اور کن چیزوں سے ساقط ہو جاتا ہے۔ کوئی شخص بطورِ خود یہ نہیں سمجھ سکتا تھا کہ ابھی ابھی جس شخص نے وضو کیا ہے، ریح خارج ہونے سے اُس کے وضو میں کیا قباحت واقع ہو جاتی ہے۔ اب جبکہ حضور نے واضح طور پر یہ بتا دیا کہ وضو کو ساقط کرنے والے اسباب کیا ہیں تو اس سے خود بخود یہ بات نکل آئی کہ جب تک ان اسباب میں سے کوئی سبب رونما نہ ہو، وضو باقی رہے گا خواہ اس پر کتنے ہی گھنٹے گزر جائیں۔ اور جب ان میں سے کوئی سبب رونما ہو جائے تو وضو باقی نہ رہے گا، خواہ آدمی نے ابھی ابھی تازہ وضو کیا ہو اور اُس کے اعضاء بھی پوری طرح خشک نہ ہوئے ہوں۔

اگر ہم آپ کے اِس استدلال کو مان لیں کہ قرآن میں چونکہ حکم ہے کہ جب تم نماز کے لیے اٹھو تو وضو کرو، اس لیے ہر نماز کے لیے تازہ وضو ضروری ہے، تو اسی طرح کا استدلال کر کے ایک شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ ہر مستطیع مسلمان کو ہر سال حج کے موقع پر حج کرنا چاہیے اور اس کے برعکس ایک دوسرا شخص یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ ایک مرتبہ زکوٰۃ دے دینے سے حکم زکوٰۃ کی تعمیل ہو جاتی ہے۔ تشریح رسول سے بے نیاز ہو کر ہر شخص قرآن کی ہر آیت کی ایک الگ تاویل و تعبیر کر سکتا ہے اور کسی ایک شخص کی رائے دوسرے کے لیے سند اور حجت نہیں بن سکتی۔ (وضو اور نواقض وضو کے بارے میں ایک سوال کا جواب میری مطبوعہ کتاب "رسائل و مسائل" میں "فقہیات" کے عنوان کے تحت بھی دیا گیا ہے، آپ اُسے بھی ملاحظہ فرمالیں)

قصر کے متعلق سوال کرنے میں بھی آپ وہی غلطی کر رہے ہیں جو وضو کے معاملے میں آپ نے کی ہے۔ قرآن کے منشاء کی تعیین میں قرآن لانے والے رسول کی توضیح و تشریح کو نظر انداز کرنا ایک بہت بڑی اصولی غلطی ہے جس کی بے شمار قباحتوں میں سے چند کی طرف میں اوپر اشارہ کر چکا ہوں۔ قرآن صرف حالت خوف میں قصر کی صورت بتاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس حالت میں صرف ایک رکعت بھی کفایت کر سکتی ہے۔ اس حکم میں کہیں بھی حالتِ امن کے قصر کی نفی موجود نہیں ہے۔ یہ دوسری قسم کا حکم قصر ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے پہنچا ہے اور وہ یہ ہے کہ عام سفر میں صبح اور مغرب کی نمازیں پوری پڑھی جائیں اور صرف چار رکعت والی نمازوں کو کم کر کے دو رکعت کر دیا جائے۔ اِس قصر کو جو شخص خلافِ قرآن کہتا ہے وہ دو بڑی غلطیاں کرتا ہے۔ ایک یہ کہ وہ کسی چیز کے قرآن میں نہ ہونے اور اُس کے خلافِ قرآن ہونے کو ہم معنی سمجھتا ہے حالانکہ ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ نبیؐ کے واسطے کو درمیان سے ہٹا کر براہِ راست قرآن کو لینا چاہتا ہے، حالانکہ خدا نے قرآن نبی کے واسطے سے بھیجا تھا۔ کیا وہ شخص یہ کہنا چاہتا ہے کہ خدا نے یہ واسطہ درمیان میں رکھ کر ایک فضول کام کیا ہے؟ ہم اس واسطے کے بغیر خود ہی قرآن سمجھ سکتے تھے۔

دُعا میں بزرگوں کی حُرمت وجاہ سے توسّل

سوال:- مَیں نے ایک مرتبہ دریافت کیا تھا کہ بجاہ فلاں یا بحرمت فلاں کہہ کر خدا سے دعا کرنے